QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

# فیض احمد فیض کی پنجابی شاعری کا تنقیدی جائزہ

# *A Critical Analysis of Faiz Ahmed Faiz's Punjabi Poetry*

**ڈاکٹر اقلیمہ ناز**

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو زبان و ادب

فاطمہ جناح ویمن یونی ورسٹی، راولپنڈی

***Dr. Aqlima Naz***
*Assistant Professor, Department of Urdu Zuban-O-Adab*
*Fatima Jinnah Women University, Rawalpindi*

***Abstract***
*Faiz Ahmed Faiz is widely recognized as one of the most celebrated poets of Urdu literature; however, he also made a noteworthy contribution to Punjabi poetry. Although limited in quantity, his Punjabi poetic corpus reflects the same artistic excellence, ideological depth, and humanistic vision that characterize his Urdu works. This article explores Faiz's Punjabi poetry through a thematic and stylistic analysis of his seven Punjabi poems, which are included in his published poetic collections. The study examines the expression of love for Punjab, attachment to the mother tongue, cultural consciousness, social commitment, and progressive thought embedded in these poems. It also highlights the linguistic simplicity, emotional intensity, and symbolic richness that distinguish Faiz's Punjabi verse. The analysis demonstrates that, despite its brevity, Faiz's Punjabi poetry occupies a significant place in Punjabi literary tradition and serves as an important extension of his broader poetic vision. The article concludes that Faiz successfully employed Punjabi as a medium to articulate his emotional, cultural, and ideological concerns, thereby enriching both Punjabi and South Asian literary heritage.*
***Keywords:*** *Faiz Ahmed Faiz, Punjabi Poetry, Punjabi Literature, Progressive Poetry, Cultural Identity, Mother Tongue, Literary Analysis.*

اردو ادب کے عظیم اور انقلابی شاعر فیض احمد فیض نہ صرف اپنے فکری، فنی اور نظریاتی شعری اسلوب کے باعث اردو شاعری میں نمایاں مقام رکھتے ہیں بلکہ وہ برصغیر کی ترقی پسند تحریک کے اہم ترین نمائندوں میں بھی شمار ہوتے ہیں۔ ان کی شاعری محبت، مزاحمت، انسانی ہمدردی اور سماجی شعور کے گہرے امتزاج سے تشکیل پاتی ہے، جو انہیں اپنے عہد کے ممتاز ترین شعرا میں منفرد مقام عطا کرتی ہے۔

انسانی فطرت کا یہ ایک مسلمہ پہلو ہے کہ غم اور اضطراب کی کیفیت میں انسان اپنے انتہائی قریبی اور ہمدرد رشتوں کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان کے ذریعے اپنے جذبات و احساسات کا اظہار کر کے دل کا بوجھ ہلکا کرتا ہے۔ شدید دکھ اور کرب کی حالت میں ماں کا رشتہ سب سے زیادہ قریبی اور قابلِ اعتماد سمجھا جاتا ہے، جس کے سامنے انسان بلا جھجک اپنی تمام دلی کیفیات بیان کر سکتا ہے۔ اسی طرح جب کوئی شاعر رنج و الم یا داخلی کرب سے دوچار ہوتا ہے تو وہ اپنی مادری زبان کے ذریعے اپنے جذبات کی زیادہ مؤثر اور بھرپور ترجمانی کرتا ہے۔ فیض احمد فیض نے بھی اپنی داخلی کیفیات اور جذباتی تجربات کے اظہار کے لیے پنجابی زبان کو ایک مؤثر وسیلہ بنایا، جو ان کی فکری وسعت اور لسانی وابستگی کی علامت ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ان کا کہنا ہے۔

کچھ معاملات ایسے ہیں جن کے اظہار کے لیے پنجابی زبان کا سہارا لینا پڑتا ہے۔اُردو میں لوک گیت نہیں لکھے جا سکتے۔کیونکہ یہ زبان شہری بھی ہے اور اس کا تعلق متوسط طبقے سے بھی ہے۔اگر آپ عوامی اُردو میں کچھ لکھنا چاہیں گے تو وہ اُردو کی بجائے کسی علاقے کی مقامی بولی کا روپ اختیار کرلے گی یا وہ کھڑی بولی ہو جائے گی یا یورپی ہو جائے گی یا کسی علاقے کی زبان۔۱

فیض احمد فیض شاعر، ادیب، صحافی اور روشن خیال دانشور کی حیثیت سے اردو ادب میں ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔وہ نہ صرف محبت، انسان دوستی اور انقلاب کے شاعر تھے بلکہ محنت کش طبقے کے دکھ درد کے حقیقی ترجمان اور ان کے ہمدرد و رفیق بھی تھے۔اگرچہ فیض کی ادبی شناخت بنیادی طور پر اردو شاعری سے وابستہ ہے، تاہم ان کی پنجابی شاعری بھی ان کی تخلیقی شخصیت کا ایک اہم پہلو ہے۔ان کی پنجابی نظمیں ان کے دو شعری مجموعوں "شامِ شہر یاراں" اور "مرے دل مرے مسافر" میں شامل ہیں۔انگریزی ادب کے گہرے مطالعے اور اردو شاعری میں بلند مقام کے باوجود پنجابی زبان میں اظہار کا رجحان دراصل اپنی مادری زبان اور ثقافتی ورثے سے ان کی گہری وابستگی کا مظہر ہے۔

فیض کی پنجابی شاعری پنجاب کی تہذیب، ثقافت اور اجتماعی احساسات کی بھرپور عکاس ہے۔ان کے ہاں پنجاب کے دیہی مناظر، مقامی تہذیبی رنگ، عوامی جذبات اور انسانی رشتوں کی ایسی مؤثر عکاسی ملتی ہے کہ قاری کے ذہن میں پورے پنجاب کی ایک زندہ اور متحرک تصویر ابھر آتی ہے۔اگرچہ فیض نے پنجابی زبان میں نسبتاً کم شاعری کی، لیکن جو کچھ تخلیق کیا وہ فنی پختگی، فکری گہرائی اور جمالیاتی حسن کے اعتبار سے نہایت اہم اور وقیع ہے۔تاہم اپنی پنجابی شاعری کے بارے میں فیض ہمیشہ انکسار کا مظاہرہ کرتے رہے۔ ایوب مرزا کے ایک سوال کے جواب میں پنجابی شاعری کے حوالے سے اپنی کم مائیگی کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں:

ہم نے سوچا کہ اتنا پڑھنے لکھنے اور ریاضت کے بعد ہم شاید غالبؔ جیسا ایک آدھ شعر کہہ لیں گے لیکن اگر ساری عمر بھی لگے رہیں تو بلھے شاہ اور وارث شاہ جیسا ایک شعر بھی نہیں کہہ سکتے۔یہ بہت بڑے شاعر ہیں۔۔۔ہم ان کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔۔۔۔در حقیقت یہ عوامی شعراء ہیں۔ذرا غور کر وان کے پاس پبلشر کہاں تھے۔چھاپہ خانہ کدھر تھے۔اور ان کے پروموٹر اور دھڑے بند بھائی کہاں تھے۔مگر ان کے اشعار اور قصے دیہاتوں میں زبان زدِعام تھے۔ان کی بے پایاں مقبولیت ان کی شاعرانہ عظمت کی نشاندہی کرتی ہے۔۲

اردو شاعری کی طرح فیض کی پنجابی شاعری میں بھی رومان اور حقیقت کا دل آویز امتزاج نمایاں نظر آتا ہے۔بظاہر رومان اور حقیقت دو متضاد اور الگ رجحانات محسوس ہوتے ہیں، لیکن فیض کے ہاں یہ دونوں عناصر ایک حیرت انگیز توازن اور فنی ہم آہنگی کے ساتھ یکجا ہو جاتے ہیں۔ان کی شاعری ایک طرف محبت، حسن اور انسانی جذبات کی لطافتوں کی ترجمان ہے تو دوسری طرف سماجی ناہمواریوں، سیاسی جبر اور انسانی دکھوں کی عکاسی بھی کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان کے کلام میں ذاتی احساسات اور اجتماعی شعور ایک دوسرے میں اس طرح مدغم ہو جاتے ہیں کہ ان کی شاعری محض سرگزشتِ دل نہیں رہتی بلکہ اپنے عہد کے اجتماعی دکھوں اور آرزوؤں کی روداد بھی بن جاتی ہے۔یوں فیض کی پنجابی شاعری میں عشق اور انقلاب، خواب اور حقیقت، اور ذات و کائنات کے مختلف پہلو ایک دوسرے کے ساتھ مربوط دکھائی دیتے ہیں۔ان کی شاعری بیک وقت رودادِ قفس بھی ہے اور سرگزشتِ دل بھی، جس میں فرد کے باطنی کرب اور معاشرے کے خارجی مسائل ایک ہی فکری دھارے میں بہتے محسوس ہوتے ہیں۔

اَج رات اِک رات دی رات جی کے
اَساں جگ ہزاراں جی لِتا اے
اَج رات امرت دے جام وانگوں
اینھاں ہَتھاں نے یار نُوں پی لِتا اے ۳

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

فیض احمد فیض کی شاعری ظلم، استحصال اور ہر قسم کی غیر انسانی قوتوں کے خلاف ایک توانا احتجاج کی حیثیت رکھتی ہے۔ انہیں سامراج، سرمایہ دارانہ اور جاگیر دارانہ نظام، محکومی، غلامی اور چند افراد کے ہاتھوں کروڑوں انسانوں کے بے رحمانہ استحصال سے شدید نفرت تھی۔ اسی طرح جبر، ناانصافی اور انسانی وقار کو پامال کرنے والے تمام رویّے ان کے فکری اور شعری شعور کے لیے ناقابلِ قبول تھے۔ تاہم ان کے ہاں یہ نفرت محض ردِّ عمل یا اشتعال کی صورت اختیار نہیں کرتی۔ اگرچہ ان کے عہد کے حالات ایسے تھے کہ شاعری چیخ وپکار اور فریاد کا روپ دھار سکتی تھی، لیکن فیض کے لہجے میں شور و غوغا کے بجائے ایک پُر سکون وقار، گہری سنجیدگی اور انسان دوستی کا جذبہ نمایاں نظر آتا ہے۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ فیض کی تمام تر نفرتوں پر انسان سے محبت کا جذبہ غالب ہے۔ ان کی شاعری میں ظلم سے نفرت دراصل مظلوم انسان سے محبت کا دوسرا نام ہے۔ یہی ہمہ گیر انسان دوستی ان کے فکری اور جمالیاتی رویّے کی اساس بنتی ہے، جس کے باعث ان کا احتجاج تلخی کے بجائے امید، نفرت کے بجائے محبت اور انتقام کے بجائے انسانی آزادی اور وقار کی آرزو میں ڈھل جاتا ہے۔ یوں فیض کی شاعری میں موجود تمام منفی قوتوں کے خلاف ردِّ عمل بالآخر انسانیت سے ان کی بے پایاں محبت کے وسیع دائرے میں سمٹ آتا ہے۔

کِتے دھونس پولیس سرکار دی اے
کِتے دھاندلی مال پٹوار دی اے
اینویں ہڈاں وچ کلپے جان میری
جیویں پھاہی چ کُونج کُرلاوندی اے
چنگا شاہ بنایا ای رب سائیاں
پَولے کھاندیاں وار نہ آوندی اے ۴

انسان دوستی فیض کے مزاج، فکر اور فن کا بنیادی وصف تھی۔ یہ جذبہ ان کے رگ وپے میں اس طرح سرایت کیے ہوئے تھا کہ اس کی سرحدیں کسی قوم، مذہب یا خطۂ زمین تک محدود نہیں رہتی تھیں بلکہ پوری انسانیت کو اپنے حصار میں لے لیتی تھیں۔

ایکا کرلو' ہو جاؤ کٹھے
بُھل جاؤ رانگڑ' چیمے' چٹھے
سبھے دا اِکے پریوار ۵

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ انسان کی شخصیت کی تشکیل میں اس کے ماحول، معاشرے اور سماجی حالات بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ انسان شعوری اور لاشعوری دونوں سطحوں پر اپنے گرد و پیش کی خوشیوں، محرومیوں، تجربات اور مشاہدات سے متاثر ہوتا رہتا ہے، اور یہی اثرات اس کے فکر و عمل اور تخلیقی اظہار میں منعکس ہوتے ہیں۔ فیض احمد فیض کی حیات اور شاعری کا مطالعہ اس حقیقت کو بخوبی واضح کرتا ہے کہ ان کے شعری تجربات کا ایک بڑا حصہ ان کی ذاتی زندگی، مشاہدات اور عملی جدوجہد سے گہرا تعلق رکھتا ہے۔ انہوں نے زندگی کے جن دکھوں، محرومیوں اور آزمائشوں کا سامنا کیا، انہیں مایوسی یا بے زاری کا سبب بنانے کے بجائے تخلیقی توانائی میں ڈھال دیا۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی شاعری ذاتی کرب کو اجتماعی شعور میں تبدیل کرتی ہوئی نظر آتی ہے اور انسانی دکھوں کو ایک آفاقی معنویت عطا کرتی ہے۔

فیض کی پنجابی شاعری کی ایک نمایاں خصوصیت ان کی خود شناسی اور اپنی تہذیبی و سماجی شناخت سے گہری وابستگی ہے۔ وہ خود جاٹ خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور پنجاب کے دیہی معاشرے میں جاٹ برادری کی سماجی حیثیت، کردار اور اثر و رسوخ سے بخوبی آگاہ تھے۔ چنانچہ اپنی پنجابی شاعری میں وہ جاٹ قوم کو مخاطب کرتے ہوئے انہیں محض ماضی کے فخر پر اکتفا کرنے کے بجائے عمل، جدوجہد اور خود آگاہی کا درس دیتے ہیں۔ وہ انہیں اپنے مقام و مرتبے کو پہچاننے، اپنی قوتوں کا ادراک کرنے اور معاشرتی ترقی میں فعال کردار ادا کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ اس طرح فیض کی پنجابی شاعری محض جذباتی اظہار نہیں بلکہ بیداریِ شعور، خود اعتمادی اور سماجی ذمہ داری کا پیغام بھی بن جاتی ہے۔

اُٹھ اُتاں نُوں جتا
مرداکیوں جائیں
بھولیا!تُوں جگ دا اَن داتا
تیری باندی دھرتی ماتا
تُوں جگ دا پالن ہار۶

فیض احمد فیض کو پنجابی زبان سے خصوصی انسیت حاصل تھی اور وہ اس کی ترویج و ترقی کے بھی خواہاں تھے۔ایک صدارتی خطاب میں انہوں نے پنجابی زبان کے حوالے سے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا:

جس طرح سرمایہ دار اسلام نوں ورت دے نیں انج ای زبان نوں وی ایہہ لوک ورت سکدے نیں۔زبان تے قومیت دا مسئلہ لوکاں دے حق تے خلاف وی جا سکدا اے۔ایس دا حل ایہہ وے کہ اردو وی رہوے تے پنجابی نوں وی رواج دتا جائے۔سیاسی تے نال نال علمی کم وی کرنا چاہیدا اے۔۷

فیض احمد فیض ایک محبِ وطن شاعر تھے اور ان کی وطن سے وابستگی ان کی شاعری میں واضح طور پر جھلکتی ہے۔ان کی وطن پرستی محض جذباتی وابستگی تک محدود نہیں بلکہ ایک فکری اور شعوری احساس کی صورت میں ان کے شعری متون میں جلوہ گر ہوتی ہے۔وہ روایتی عاشق و معشوق کے تصورات کی نسبت وطن سے محبت کو زیادہ وسعت اور معنویت کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔اس حوالے سے پروفیسر ڈاکٹر نعیم تقوی کے بقول۔"فیض محبوب سے زیادہ وطنیت سے عشق کے قائل نظر آتے ہیں۔انھوں نے محبوب اور وطن کے حوالوں سے عشق کو انوکھے انداز میں پیش کیا ہے۔"۸

فیض کی شاعری دیارِ غیر میں مقیم افراد کے دلوں میں وطن کی محبت کو بیدار کرتی ہے۔وہ اپنے وطن کی فضا، اپنائیت اور تہذیبی رشتوں کا ایسا مؤثر نقشہ پیش کرتے ہیں کہ پردیس میں بسنے والے افراد اپنے وطن کی یاد میں جذباتی کیفیت سے دوچار ہو جاتے ہیں اور واپسی کی خواہش ان کے دل میں شدت اختیار کر لیتی ہے۔فیض کی یہ تخلیقی قوت ان کی شاعری کو ایک آفاقی انسانی تجربے میں تبدیل کر دیتی ہے، جہاں وطن صرف ایک جغرافیائی خطہ نہیں بلکہ جذبات، شناخت اور وابستگی کی علامت بن جاتا ہے۔

ٹِک رہو تھائیں او یار
وطنے دیاں ٹھنڈیاں چھائیں
چھڈ غیراں دے محل چومحلے
اپنے ویہڑے دی رِیس نہ کائی
اپنی جھوک دیاں ستے خیراں
بیبا تُس نے قدر نہ پائی
موڑ مہاراں
تے آگھر باراں
مُڑ آ کے مول نہ جائیں او یار
ٹِک رہو تھائیں او یار۹

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

ان کی پنجابی شاعری روایت اور جدت کا ایک حسین امتزاج پیش کرتی ہے، جہاں مقامی تہذیبی احساسات اور جدید فکری رجحانات باہم ہم آہنگ نظر آتے ہیں۔ ان کی شاعری میں پنجابی وسیب کی سماجی و ثقافتی زندگی کے وہ پہلو بھی اجاگر ہوتے ہیں جو صدیوں سے اس خطے کی شناخت کا حصہ ہیں، اور ساتھ ہی ایک جدید شعور بھی جھلکتا ہے جو انسانی مسائل کو آفاقی تناظر میں دیکھتا ہے۔

پنجابی معاشرت میں بیٹی کی رخصتی کو ایک انتہائی اہم اور جذباتی مرحلہ تصور کیا جاتا ہے، جو نہ صرف والدین کے لیے ایک کربناک تجربہ ہوتا ہے بلکہ ایک نئی زندگی کے آغاز کی علامت بھی ہے۔ رخصتی کے بعد بیٹی کو جن مشکلات، ذمہ داریوں اور نئے حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے، ان کے بارے میں والدین، خصوصاً باپ (بابل)، ہمیشہ فکرمند رہتا ہے۔ اسی جذبۂ محبت اور فکر کے تحت بابل اپنی بیٹی کو ہر ممکن سہولت اور آسائش فراہم کرنے کی کوشش کرتا ہے تاکہ اسے مستقبل کی زندگی میں کسی کمی یا محرومی کا احساس نہ ہو۔

انہی جذباتی اور سماجی کیفیات کی مؤثر ترجمانی ان کی نظم "میری ڈولی شوہ دریا" میں ملتی ہے، جو بظاہر ایک تہذیبی منظرنامہ پیش کرتی ہے لیکن درحقیقت ایک علامتی اور استعاراتی نظم ہے۔ یہ نظم 1974ء کے سیلاب زدگان کے لیے امدادی فنڈ کے تناظر میں لکھی گئی تھی، جس میں ذاتی جذبات کے ذریعے اجتماعی انسانی المیے کو فنی انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یوں یہ نظم فیض کی اس فکری بصیرت کی عکاس ہے جس میں وہ مقامی احساسات کو عالمی انسانی مسائل سے جوڑ دیتے ہیں۔

کل تائیں سانوں بابلا
تُور کھیاہِک نال لا
سَت خیراں ساڈیاں منگیاں
جَد جُھلی تَتی وا
اج کیکن ویہڑیوں ٹوریا
کویں لاہے نی میرے چاء10

فیض کی پنجابی شاعری میں مقامی لوک ورثے اور کلاسیکی داستانی روایت کے اثرات نمایاں طور پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ہیر رانجھا اور سسی پنوں جیسے قصے پنجابی ادب اور ثقافت کا وہ حصہ ہیں جو صدیوں سے عوامی شعور، جذبات اور تہذیبی حافظے میں رچے بسے ہوئے ہیں۔ یہ داستانیں نہ صرف محبت اور قربانی کی علامت ہیں بلکہ پنجابی سماج کے اجتماعی احساسات اور فکری روایت کی نمائندگی بھی کرتی ہیں۔

فیض نے اپنی پنجابی شاعری میں ان لوک داستانوں اور علامتوں کو برتا ہے، جس سے ان کی مقامی تہذیب اور لسانی روایت سے گہری وابستگی کا اظہار ہوتا ہے۔ ہیر اور رانجھا، سسی اور پنوں جیسے استعاروں کا استعمال ان کے کلام کو ایک ایسی ثقافتی معنویت عطا کرتا ہے جو قاری کو براہِ راست پنجابی لوک ورثے سے جوڑ دیتا ہے۔ اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ فیض نے نہ صرف پنجابی زبان پر عبور حاصل کیا ہوا تھا بلکہ اس کی ادبی، تہذیبی اور فکری روایت کا بھی گہرا مطالعہ کر رکھا تھا، جسے انہوں نے اپنی شاعری میں فنی مہارت کے ساتھ برتا۔

ہیر نُوں چھڈ ٹرگیوں رنجھیٹے رنجھیٹ
کھیڑیاں دے گھر پے گئے ہاسے 11
سسی مر کے جنتن ہو گئی
میں ترکے اَوتر حال12

فیض احمد فیض کی پنجابی شاعری میں صوفیانہ روایت کا اثر نمایاں طور پر محسوس کیا جاسکتا ہے، خصوصاً بلھے شاہ کی فکر اور اسلوب ان کے فکری مزاج پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں۔ صوفی شعرا کی طرح فیض بھی محبت، انسان دوستی اور سماجی مساوات کے علمبردار نظر آتے ہیں، اور ان کی شاعری میں انسان کے دکھ، محرومی اور جبر کے خلاف ایک نرم مگر پُراثر احتجاج جھلکتا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

جب وہ مظلوم اور پسے ہوئے طبقے کو بے بسی اور مجبوری کی حالت میں دیکھتے ہیں تو ان کی رگِ حمیت پھڑکنے لگتی ہے۔ یہی احساس ان کی شاعری میں مزاحمت اور حوصلے کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ وہ اس طبقے کو محض ہمدردی کا موضوع نہیں بناتے بلکہ اسے خودداری، جرات اور حوصلے کی تلقین بھی کرتے ہیں۔ یوں فیض کی پنجابی شاعری صوفیانہ محبت اور انقلابی شعور کے امتزاج سے ایک ایسی فکری فضا قائم کرتی ہے جو مظلوم انسان کو نہ صرف احساسِ درد دیتی ہے بلکہ اس میں مزاحمت اور خودی کا جذبہ بھی پیدا کرتی ہے۔

جے چڑھ آون فَوجاں والے
توں وی چھویاں لب کرالے
تیرا حق تری تلوار
تے مردا کیوں جائیں
دے "اللہ ہُو" دی مار 13

ان کی پنجابی شاعری میں پنجاب کی تہذیب و ثقافت کا عکس ایک شفاف آئینے کی مانند جھلکتا ہے۔ ان کے ہاں پنجابی معاشرے کی وہ پرتیں زیادہ نمایاں ہیں جو محنت کش طبقے، خصوصاً مزدور اور کسان طبقے سے وابستہ ہیں۔ فیض کی شاعری اسی طبقے کی روزمرہ سرگرمیوں، فکری رجحانات، سماجی حالات اور تہذیبی رویّوں سے گہری طور پر جنم لیتی ہے۔

ان کے مشاہدے میں اس طبقے کے دکھ، تکالیف، محرومیاں، امیدیں اور خوشیاں اس طرح سمٹ آتی ہیں کہ وہ محض ذاتی تجربہ نہیں رہتیں بلکہ ایک اجتماعی احساس کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ فیض ان کی کیفیات کو اس فنی مہارت سے لفظوں میں ڈھالتے ہیں کہ یوں محسوس ہوتا ہے جیسے کسی سفید کینوس پر مختلف رنگ بکھیر دیے گئے ہوں، جہاں ہر رنگ ایک الگ داستان سناتا ہے۔

ان کی مزدور اور کسان سے متعلق شاعری پنجابی ادبی روایت میں خصوصی اہمیت رکھتی ہے۔ یہ موضوعات ان کی شاعری کو نہ صرف فکری گہرائی عطا کرتے ہیں بلکہ اسے عوامی زندگی سے بھی مضبوطی کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ کسانوں کے مسائل، ان کی محرومیاں اور ان کے ساتھ ہونے والی ناانصافیاں فیض کے کلام کا مرکزی حوالہ بن کر ان کی شاعری کو عوام و خواص دونوں میں مقبول اور مؤثر بناتی ہیں، اور یہی ان کی ادبی شناخت کی ایک نمایاں خصوصیت ہے۔

جرنل، کرنل، صوبیدار
ڈپٹی، ڈی سی، تھانیدار
سارے تیرا دِتا کھاون
تُوں جے نہ بیجیں، تُوں جے نہ گاہویں
بُھکھے، بھانے سب مر جاون
ایہہ چاکر تُوں سرکار
اُٹھ اُتاں نُوں جٹا
مردا کیوں جائیں 14

انسان جب خود کو حالات کے سامنے بے بس اور لاچار محسوس کرتا ہے تو وہ فطری طور پر ربِ کائنات کی طرف رجوع کرتا ہے، جو اس کا حقیقی سہارا اور غمگسار ہوتا ہے۔ ایسے لمحات میں انسان بے اختیار اپنے رب کے حضور فریاد کناں ہوتا ہے کہ زندگی کے غموں اور آزمائشوں نے اسے اس قدر گھیر لیا ہے کہ اب جینا دشوار ہو گیا ہے، اور وہی ذاتِ باری تعالیٰ اس کی مشکلات کو آسان کر سکتی ہے۔ یہی وہ روحانی کیفیت ہے جس میں انسان اپنے دکھوں کا مداوا صرف خدا کی ذات میں تلاش کرتا ہے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

فیض احمد فیض بھی اپنے عہد کے سیاسی وسماجی حالات، جبر اور ناانصافیوں سے تنگ آکر اپنے شعری اظہار میں خدا سے سوال کرتے اور اس سے مکالمہ کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے ہاں یہ رجحان کسی کمزوری کا اظہار نہیں بلکہ ایک فکری اور جذباتی احتجاج کی صورت اختیار کر لیتا ہے، جہاں انسان ظلم کے نظام کے خلاف آواز اٹھاتے ہوئے بالآخر ایک اعلیٰ اور مطلق انصاف کی تلاش میں خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ یوں فیض کی شاعری میں خدا سے مکالمہ انسانی دکھ، اجتماعی کرب اور امید کی ایک علامت بن کر ابھرتا ہے۔

ربا سچیا تُوں تے آکھیا سی
جا او بندیا جگ دا شاہ ہیں تُوں
ساڈیاں نعمتاں تیریاں دولتاں نیں
ساڈا نیب تے علیجاہ ہیں تُوں
ایس لارے تے ٹور کد پُچھیا ای
کِیہ ایس نمانے تے بِیتیاں نیں 15

فیض احمد فیض کے عہد میں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر سیاسی، سماجی اور تہذیبی نظام میں غیر معمولی تبدیلیاں رونما ہو رہی تھیں۔ دو عظیم عالمی جنگوں نے نہ صرف انسانی زندگی کو شدید نقصان پہنچایا بلکہ عالمی سیاست، معیشت اور سماجی ڈھانچے کو بھی بری طرح متاثر کیا۔ اس دوران افلاس، ناداری اور طبقاتی کشمکش میں اضافہ ہوا، جس کے نتیجے میں غریب اور مزدور طبقہ شدید استحصال اور محرومی کا شکار ہوا۔ سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے دباؤ نے معاشرتی ناہمواریوں کو مزید گہرا کر دیا، اور مزدور و کسان اپنی پسماندگی اور محرومی کو پہلے سے کہیں زیادہ شدت سے محسوس کرنے لگے۔

برصغیر کی تقسیم 1947ء، اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والے فرقہ وارانہ فسادات، ہجرت کا المیہ، اور بعد ازاں پاکستان و ہندوستان میں سیاسی عدم استحکام اور جمہوری تجربات کی پیچیدگیاں بیسویں صدی کے اہم ترین تاریخی واقعات ہیں۔ ایسے پر آشوب حالات میں ایک فنکار، جو اپنے ماحول اور گرد و پیش سے گہرا اثر لیتا ہے، اپنے عہد کی اجتماعی سچائیوں کو اپنے تخلیقی اظہار میں سمونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ فیض کی فکری اور فنی شخصیت بھی اسی تناظر میں پروان چڑھی، جہاں ان کا شعور اپنے عہد کے سیاسی و سماجی بحرانوں سے مسلسل متاثر ہوتا رہا۔

یہی خارجی حالات اور داخلی احساسات ان کی شاعری میں فنی صورت اختیار کرتے گئے۔ فیض احمد فیض نے جہاں اپنی اردو شاعری میں سیاسی و سماجی مسائل کو موضوع بنایا، وہاں اپنی پنجابی شاعری میں بھی اپنے عہد کی کربناکی، محرومی اور اجتماعی دکھ کو بھرپور انداز میں پیش کیا۔ یوں ان کی پنجابی شاعری بھی ان کے وسیع تر فکری وژن اور اپنے زمانے کے تلخ حقائق کی مؤثر عکاسی بن کر سامنے آتی ہے۔

میرے گہنے نیل ہتھ پیر دے
مری ڈولی شوہ دریا 16

اس درد اور کربناکی کے باوجود فیض احمد فیض مایوسی اور شکست خوردگی کا شکار نہیں ہوتے، بلکہ ان کے فکری اور شعری رویّے میں ایک گہرا یقین اور حوصلہ موجود رہتا ہے کہ جبر اور ظلم کی یہ تاریک رات جلد یا بدیر ختم ہو جائے گی اور آزادی، انصاف اور انسانی وقار کا سورج طلوع ہو گا۔ وہ حالات کی سختیوں سے گھبرانے کے بجائے ان کا سامنا امید اور استقامت کے ساتھ کرتے ہیں۔

اسی یقینِ محکم کے باعث ان کی شاعری میں رجائیت اور امید کی ایک روشن لہر مسلسل جاری رہتی ہے۔ ان کے ہاں دکھ اور مزاحمت کے باوجود مستقبل کے بہتر امکانات کا تصور موجود رہتا ہے، جو قاری کے دل میں بھی حوصلہ اور امید پیدا کرتا ہے۔ یوں فیض کی شاعری محض کرب اور احتجاج کا بیان نہیں رہتی بلکہ ایک ایسے روشن کل کی نوید بن جاتی ہے جہاں انسان آزادی، مساوات اور انصاف کے ساتھ اپنی زندگی بسر کر سکے۔

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

تیرے قول تے اساں وساہ کر کے
جھانجراں وانگ، زنجیراں چھنکائیاں نیں،
کدی کنیں مُندراں پائیاں نیں،
کدی پیریں بیڑیاں چائیاں نیں،
رات مکدی اے، یار آوندا اے
اسیں تک دے رہیہزار ولے 17

اور پھر جب انہیں صبحِ آزادی کی کرنیں دکھائی دیتی ہیں تو وہ شکر گزاری اور مسرت کے جذبات کے ساتھ یوں گویا ہوتے ہیں:

فجر ہووے تے آکھئے بسم اللہ
اج دولتاں ساڈے گھر آئیاں نیں
جیہدے قول تے اَساں وساہ کیتا
اوہنے اوڑک توڑ نبھائیاں نیں 18

فیض احمد فیض کی شاعری میں انسانی اقدار، درد مندی اور احتجاج کی لہریں اس شدت اور تسلسل کے ساتھ موجود ہیں کہ انہیں کسی بھی خطے کا انسان یا کسی بھی زبان کا نقاد نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ان کے شعری سرمائے میں انسان دوستی اور ہمدردی کا ایک گہرا فلسفہ کار فرما ہے، جو جمالیاتی سطح پر ادبیت، نزاکت اور فنی خلوص کے ساتھ ہم آہنگ ہو جاتا ہے۔ فیض کے ہاں فکر اور فن کا یہ امتزاج ان کی شاعری کو محض نظریاتی اظہار کے بجائے ایک مکمل تخلیقی تجربہ بنا دیتا ہے۔

یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ صرف خلوص یا کسی نظریے سے وابستگی کسی شاعر کو عظمت کے درجے تک نہیں پہنچا سکتی، بلکہ اس کے لیے تخلیقی بصیرت، فنی شعور اور اظہار پر کامل دسترس ناگزیر ہوتی ہے۔ فیض احمد فیض نے اپنی اسی تخلیقی بصیرت کے ذریعے فن کے تمام تقاضوں کو بخوبی نبھایا ہے۔ ان کے کلام میں شعری لوازمات، فنی تراکیب اور علامتی اظہار نہایت مہارت اور توازن کے ساتھ استعمال ہوا ہے، جس میں کہیں بھی مبالغہ آرائی یا فنی کمزوری کا شائبہ محسوس نہیں ہوتا۔

خصوصاً ان کی پنجابی شاعری میں پنجاب کے تہذیبی رنگ اور مقامی ثقافتی عناصر کو بڑی خوبصورتی سے برقرار رکھا گیا ہے، جو ان کے فنی شعور اور لسانی حساسیت کا واضح ثبوت ہے۔ انہی خصوصیات کی بنیاد پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ فیض کی پنجابی شاعری نہ صرف پنجابی زبان و ادب کے دامن کو وسعت اور ثروت عطا کرتی ہے بلکہ اسے فکری اور جمالیاتی اعتبار سے بھی ایک نئی معنویت سے ہمکنار کرتی ہے۔

## حوالہ جات

۱۔ حسن رضوی کا فیض احمد فیض سے انٹرویو، مشمولہ: ماہِ نو، بیادِ فیض، جلد ۱۶، شمارہ ۵۰، مئی، جون، 2008ء، ص 164
۲۔ ایوب مرزا، ڈاکٹر، ہم کہ ٹھہرے اجنبی، مار گلہ پرنٹرز، راولپنڈی، (طبع دوم) 1979ء، ص 324-۲۶۵
۳۔ فیض، فیض احمد، نسخہ ہائے وفا، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 1999ء، ص 597
۴۔ ایضاً، ص ۵۹۵
۵۔ ایضاً، ص 683
۶۔ ایضاً، ص 681
۷۔ فیض احمد فیض تے پنجابی: اک یادداشت

QUALITATIVE RESEARCH JOURNAL FOR SOCIAL STUDIES
ISSN Online: 3006-4686, ISSN Print: 3006-4678
Volume No: 03 Issue No: 01 (2026)

http://www.wichaar.com/news/262/ARTICLE/31413/2014-11-18.html

۸۔ نعیم تقوی، پروفیسر، ڈاکٹر، تنقید و تعبیر، غضنفر اکیڈمی، کراچی، 1995ء، ص293

۹۔ فیض، فیض احمد، نسخہ ہائے وفا، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، 1999ء، ص688

10۔ ایضاً، ص591

۱۱۔ ایضاً، ص۶۸۶

12۔ ایضاً، ص593

13۔ ایضاً، ص683

14۔ ایضاً، ص682

15۔ ایضاً، ص594

16۔ ایضاً، ص591

17۔ ایضاً، ص587

18۔ ایضاً، ص588